© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

افسوس ہے پچھلے دنوں مولانا مفتی حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے چند ماہ کی علالت کے بعد وفات پائی۔ جناب مفتی صاحب صاحبِ علم تھے اور صاحبِ باطن بھی۔ فقہ کی جزئیات پر بڑی گہری اور وسیع نظر رکھتے تھے۔ اخلاق و عادات اور مکارم و شمائلِ ذاتی کے اعتبار سے سلف صالحین کا نمونہ تھے ان کی حسنِ قابلیت و انتظام کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ گذشتہ چند برسوں میں وہ تیز و تند آندھیوں میں بھی مدرسہ کا چراغ جلائے بیٹھے رہے اور اس کو بطرح قایم زندہ رکھا، مدرسہ کے ساتھ آں مرحوم کو محبت نہیں عشق تھا۔ چنانچہ اسی کی خاطر انھوں نے پیرانہ سالی اور ضعف و نقاہت کے باوجود پچھلے دنوں برما کا طویل و صبر آزما سفر کیا اور اگرچہ وہاں سے کامیاب و بامراد واپس ہوئے لیکن اپنے ساتھ ایک عارضہ لگا لائے اور آخر اسی عارضہ میں جان جان آفریں کو سپرد کر کے راہی ملک بقا ہو گئے رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

ارباب علم و ادب کے حلقہ میں یہ خبر بھی افسوس اور رنج کے ساتھ سنی جائے گی کہ بروز جمعہ ۳۰ رجولائی کو صبح کے چار بجے شمس العلماء مولانا الحاج عبدالرحمٰن سابق صدر شعبۂ عربی و فارسی دہلی یونیورسٹی نے کراچی میں وفات پائی۔ مولانا تقسیم سے کچھ پہلے سے گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ ورنہ ایک زمانہ میں ان کی بڑی شہرت تھی اور ادارۂ معارف اسلامیہ اور اورنٹیل کانفرنس وغیرہ علمی انجمنوں کے جلسوں میں ان کے مقالات کی دھوم ہوتی تھی، طرزِ قدیم کے تعلیم یافتہ تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اول لاہور میں کوئی معمولی سی ملازمت کی اور دہلی کے قیام کے زمانہ میں "پیسہ اخبار" کے لئے مقدمہ ابن خلدون کا اردو ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ کو شائع ہوئے کچھ دن ہی ہوئے تھے کہ دہلی کے سینٹ اسٹیفنسن کالج میں عربی لکچرر کی جگہ خالی ہوئی۔ مولانا نے یہ سمجھ کر کہ اس جگہ پر کسی ایم۔ اے کا ہی تقرر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوگا خود کوئی درخواست نہیں بھیجی۔ لیکن مولانا کے ایک دوست نے از خود مولانا کی طرف سے درخواست لکھ کر دلی روانہ کر دی اور درخواست کے ساتھ مقدمہ ابن خلدون کے اردو ترجمہ کا ایک نسخہ بھی منسلک کر دیا اس کے بعد کالج کی انتخابی کمیٹی کا جلسہ ہوا تو اس کے ایک ممبر مولوی نذیر احمد دہلوی مرحوم بھی تھے، ظاہر ہے کہ ترجمہ مقدمہ ابن خلدون کا قدردان مولوی صاحب سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا تھا۔ انھوں نے جب اس کو دیکھا تو پھڑک گئے اور کمیٹی سے کہا کہ اگرچہ امیدواروں میں بڑے بڑے ایم۔ اے اور پی۔ ایچ ڈی ہیں لیکن عبدالرحمن کو کوئی نہیں پہنچتا آخر مولوی نذیر احمد مرحوم کی رائے پر ہی فیصلہ ہو گیا۔ اب مولانا کو لاہور میں اچانک تقرر نامہ ملا تو سخت حیرت زدہ ہوئے بعد میں ان کو اصل واقعہ کی پوری صورت حال کا علم ہوا۔ بہرحال مولانا یہاں تشریف لے آئے اور آخر تقریباً تیس سال کی ملازمت کے بعد ۱۹۳۹ء میں کالج کی ملازمت سے بڑی عزت و ناموری کے ساتھ سبکدوش ہوئے۔

مولانا اگرچہ کالج میں عربی اور فارسی کے لکچرر تھے اور کالج کی ملازمت سے سبکدوش ہونے تک دہلی یونیورسٹی میں اس شعبہ کے صدر بھی رہے۔ لیکن ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے عہد کے بڑے نامور مورخ اور محقق بھی تھے چنانچہ عربی فارسی کے ساتھ سالوں تک تاریخ میں ایم۔ اے کلاس کو مغلیہ دورِ حکومت پر لکچر بھی دیتے رہے۔ مولانا کے یہ لکچر اس قدر پر از معلومات۔ محققانہ اور بصیرت افروز ہوتے تھے کہ کالج کے پرنسپل اور تاریخ کے پروفیسر ڈاکٹر اسپیئر بھی کبھی کبھی لکچر سننے آتے تھے اس کے علاوہ کالج کے جو طلبا تاریخ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کے لئے کیمبرج یا آکسفورڈ یونیورسٹی جاتے تھے وہ بھی وہاں سے برابر مولانا سے خط و کتابت کے ذریعہ علمی استفادہ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ مولانا کے ایک تلمیذ خاص ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی حال وزیر تعلیم پاکستان گورنمنٹ نے اپنی مشہور کتاب "دہلی سلطنت" میں اس کا بڑی شکر گزاری کے ساتھ تذکرہ بھی کیا ہے۔ کسی بحث کے متعلق وہ کوئی رائے بڑی تحقیق و تدقیق اور کامل غور و خوض کے بعد قائم کرتے تھے مگر جب ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رائے قایم کر لیتے تھے تو پھر کوئی شخص ان کو اس رائے سے ہٹا نہیں سکتا تھا۔ عربی شعروادب اور اسلامی تاریخ پر بھی بڑی گہری اور دقیقہ رس نگاہ رکھتے تھے۔ ۱۹۲۹ء میں لندن کی اورینٹل کانفرنس میں دہلی یونیورسٹی کے نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی اور پروفیسر مارگولیتھ کے بالمقابل "شعر جاہلی پر عربی زبان میں ایسا شاندار اور محققانہ مقالہ پڑھا کہ خود مارگولیتھ نے اس کی داد دی۔ اور جب مولانا لندن سے واپسی میں چند روز کے لئے مصر میں قیام فرما ہوتے تو مولانا کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ان کے پہنچنے سے قبل ان کے مقالہ کی شہرت مصر پہنچ چکی تھی جس کا ثبوت یہ ہے کہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین خود مولانا سے ملنے ان کے ہوٹل میں آئے اور ڈنر پر مدعو کیا اور مصر کے اخبارات و رسائل نے بھی مولانا کے فوٹو کے ساتھ ان کے مقالہ کے بعض اجزا شایع کئے مولانا مصر سے حجاز مقدس گئے اور وہاں زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے بہرہ اندوز ہو کر دہلی واپس آ گئے۔

اردو زبان کے صاحب طرز ادیب تھے۔ چنانچہ مرحوم کی کتاب "مرآۃ الشعر" اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ مولوی محمد حسین آزاد اور مولوی نذیر احمد دہلوی دونوں کے طرز انشاء نے مل جل کر مولانا عبدالرحمٰن مرحوم کے طرز نگارش کا روپ دھارا تھا۔ جب ان کی کتاب مراۃ الشعر چھپی ہے تو اردو زبان کی دنیائے شعروادب میں ایک بھونچال سا آ گیا تھا اور ملک کی ادبی فضا صدائے تحسین و مرحبا کے نعروں سے گونج اٹھی تھی۔

مولانا کے ساتھ راقم الحروف کے تعلق کا آغاز اگرچہ بحیثیت استاد و شاگرد ہوا لیکن جلد ہی یہ تعلق فرزندی و پدری تعلق کی طرح مقدس۔ استوار اور پختہ ہو گیا اور الحمد للہ کہ ان کے آخری سانس تک رہا اس لئے مولانا کے علمی و ادبی کمالات اور اخلاق و شمائل پر ایک مستقل مقالہ لکھنے کا ارادہ ہے سطور بالا کا مقصد صرف اس حادثۂ فاجعہ کی اطلاع و اعلام ہے۔ اللہ تعالیٰ آں مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام جلیل عطا فرمائے اور ان کی قبر ٹھنڈی رکھے کہ یوں بھی بڑے متقی۔ متشرع۔ پابند وضع اور انتہائی بامروت و صاحب خلق عمیم الشان تھے۔

© rasailojaraid.com